ظہور احمد اظہر

ابوعطاء السندھی

سرزمین سندھ برصغیر میں ملت اسلامیہ کی تاریخ کا باب اول اور نقطۂ آغاز ہے۔ یہی وہ خطہ ہے جہاں کی ایک ریاست کے ایک حکمران نے یہ خیال کرتے ہوئے سرکشی و تمرد اختیار کیا تھا کہ مظلوم انسانیت کی آہ و فریاد قید خانوں سے باہر نہیں نکل سکتی مگر اس کا یہ خیال ایک خواب ثابت ہوا اور دیکھتے دیکھتے ہی وہ اور اس کی ریاست تاریخ کا ایک قصہ پارینہ بن گیا۔ مجاہدین اسلام نے بت کدۂ ہند میں قدم رکھ کر نہ صرف ان مظلوموں کو رہائی دلائی جن کی آواز پر حجاج لبیک کہتے ہوئے محمد بن قاسم کی قیادت میں ایک لشکر جرار تیار کر کے بھیجا تھا بلکہ یہاں اسلام کی شمع ہدایت بھی روشن کر دی جس کی ضیا پاشیاں آج تک جاری ہیں اور انشاء اللہ جاری رہیں گی۔

لیکن ایک عجیب بات یہ ہے کہ جس دور میں اسلام اور عربی زبان نے سرزمین سندھ میں قدم رکھے تھے اس زمانے میں اسلام اور عربی زبان اندلس میں بھی داخل ہوئی تھی مگر اندلس جتنا سرزمین عرب سے دور تھا اتنا ہی زیادہ عربی زبان و ادب کو وہاں فروغ حاصل ہوا، اور وہاں کے شعرا، ادبا، اور علما نے بغداد اور کوفہ کے علما و ادبا کا ہر علمی میدان میں مقابلہ کیا لیکن سندھ و ہند کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ خطہ عرب دنیا سے بہت قریب تھا مگر عربی آداب اور علوم نے وہ آن بان یہاں نہیں دکھلائی جو اندلس میں نظر آتی ہے اور اس کے چند خاص اسباب تھے۔ عربوں کو جو کشش اندلس میں نظر آئی وہ سندھ میں نہ آئی اور یہاں عرب فوج در فوج داخل نہیں ہوئے جس طرح اندلس میں عربوں کے قبائل وہاں جاکر آباد ہوتے رہے، اور اپنے اپنے قبیلے کے نام پر بستیاں آباد کرتے رہے جو آج بھی ان کی یاد کو تازہ کرتی ہیں۔ اموی سلطنت کے زوال کے بعد عربوں نے تسخیر ہند کا خیال یا تو دل سے نکال دیا تھا اور یا پھر مصلحتاً کچھ عرصے کے لیے ترک کر دیا تھا۔ بنو عباس نے اسلامی خلافت کی حدود وسیع کرنے کی کبھی خاص کوشش نہیں کی تھی۔ ان کی مصلحت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی میں تھی کہ مفتوحہ علاقوں میں اپنے قدم مضبوطی سے جماتے جائیں۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ سندھ ہند بھی اندلس کی طرح کسی اموی شہزادے کی پناہ گاہ بن جائے اور ان کا ایک اور حریف پیدا ہو۔ اس لیے سندھ میں نہ تو کوئی مستحکم عرب حکومت قائم ہو سکی جو مقامی مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے بعد باقی ہندوستان کو فتح کرتی اور نہ ہی کبھی یہاں کوئی عربی دربار ایسا تھا جہاں کی سرکاری زبان عربی ہوتی اور جہاں عرب شعراء ادبا کا استقبال کیا جاتا۔ اگر کوئی اموی شہزادہ عبدالرحمن اندلس کی طرح سندھ میں بھی داخل ہوتا اور یہاں بھی کوئی قرطبہ ایسا دربار لگتا تو اس خطے میں عربی ادب کی تاریخ یکسر مختلف ہوتی۔ بہرحال اگرچہ سندھ عربی ادب و زبان سے پوری طرح فیض یاب نہ ہو سکا لیکن اسے یہ فضیلت حاصل ہے کہ یہاں کی سرزمین اسلام سے خوب سیراب ہوئی مگر اندلس تو عربی کے ساتھ اسلام سے بھی محروم ہو گیا۔

اس خطے کے جو لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے وہ دو قسم کے تھے۔ ایک وہ جو مقامی طور پر مسلمانوں کے حسن سلوک سے متاثر ہوئے اور بطیب خاطر اسلام قبول کر لیا دوسرے وہ لوگ جو جنگی قیدیوں کی حیثیت سے سرزمین عرب لے جائے گئے، اور انھوں نے یا ان کی اولاد نے اسلام قبول کر لیا۔ عربی ادب اور اسلامی علوم میں جن لوگوں نے نام پیدا کیا وہ زیادہ تر اسی موخر الذکر گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارا شاعر ابوعطاء السندھی بھی اسی گروہ سے تھا اور کہا جاتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کے آباؤ اجداد بھی سندھی جاٹ (زُط) تھے۔ بہرحال برصغیر میں یہ فخر تنہا سندھ کو حاصل ہے کہ اس نے عربی زبان کا ایک بلند پایہ شاعر پیدا کیا جو عربی ادب کی تاریخ میں عظیم شعرا کی صف میں شمار ہوتا ہے، اور جس کا کلام عرب لغت نویسوں اور نحویوں نے حجت تسلیم کیا ہے اور اسے بطور استشہاد و استناد پیش کیا ہے۔

نام و نسب

ابوعطا کے خاندان کے حالات تاریکی کے پردوں میں گم ہیں حتیٰ کہ اس کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ ابن قتیبہ کا خیال یہ ہے کہ اس کا نام مرزوق تھا اور بنو اسد بن خزیمہ کے موالی میں سے تھا، ابوالفرج الاصفہانی اور ابو عبید البکری کی رائے یہ ہے کہ اس کا نام افلح تھا اور اس کا باپ یسار ایک سندھی الاصل عجمی تھا، اور اسی رائے کو زیادہ تر پسند کیا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہر حال نام کچھ بھی ہو وہ اپنی کنیت سے ہی مشہور ہے۔ ابو عطا کو ایک ممدوح نے ایک غلام بخش دیا تھا جس کا نام عطا تھا، ابو عطا نے اسی غلام کے نام سے اپنی کنیت اختیار کر لی اور یہی غلام اس کا کلام پڑھ کر سنایا کرتا تھا اور سفر و حضر میں اس کے ساتھ رہتا تھا۔ ابو عطا کی عادات و اطوار کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ وہ سندھ کی بہادر اور غیور قوم جاٹ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا باپ ان جنگی قیدیوں میں سے ہوگا جو حروب سندھ میں گرفتار ہوئے اور دیار عرب میں غلاموں کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے۔

تاریخی ماخذ واضح طور پر بتاتے ہیں کہ ابو عطا نے کوفہ میں ایک غلام کی حیثیت سے نشو و نما پائی اس دور میں غلاموں کو تربیت دینے اور انھیں علم و ادب سے آراستہ کرنے کا رواج عام ہو چکا تھا۔ بعض تاجر تو غلاموں اور لونڈیوں کی تربیت اس غرض سے کرتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ نفع کمایا جا سکے، اور بعض لوگ تفنن طبع کے طور پر اپنے غلاموں کو تربیت دیتے تاکہ معاشرے میں اور گھر آنے جانے والے مہمان کے ساتھ سلوک کرنے میں وہ ایک مہذب و مؤدب انسان کا سا برتاؤ کر سکیں، ابو عطا کی تربیت بھی اسی رنگ میں ہوئی۔

ابو عطا کے زمانے کا کوفہ علوم و آداب کا مرکز بن چکا تھا اس لیے وہ بھی اس علمی ماحول سے پوری طرح بہرہ ور ہوا، اسے جزیرۂ عرب کے جغرافیائی، تاریخی، سیاسی، معاشرتی اور ادبی حالات کا بخوبی علم تھا، اس کا اندازہ اس حکایت سے ہو سکتا ہے جو ابو عطا اور حماد الراویہ کے درمیان یحییٰ بن زیاد الحارثی کے مکان پر پیش آئی تھی۔ علمائے کوفہ کی صحبت سے ابو عطا جہاں عربوں کے احوال اور ان کی تاریخ سے آگاہ ہوا وہاں اس نے عربی زبان اور ادب پر بھی عبور حاصل کیا اور باوجود عجمی نژاد ہونے کے اپنے زمانے کے عرب شعرا میں ایک خاص مقام پیدا کر لیا۔

ابو الفرج اصفہانی کی ایک روایت کی رو سے ابو عطا کو اس کے آقاؤں نے خود بخود آزاد نہیں کیا تھا بلکہ مکاتبت کے ذریعہ اپنی قیمت کما کر آقاؤں کو دی اور اس طرح آزادی حاصل کی۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے اور وہ یوں کہ جب ابو عطا نے ایک شاعر کی حیثیت سے اچھی خاصی شہرت حاصل کر لی اور مال و دولت میں اضافہ ہو گیا تو اس کے آقا عنبر الاسدی نے یہ دعویٰ کر دیا کہ ابو عطا تو اس کا ابھی تک غلام ہے لہذا اس کی تمام دولت اور جان کا وہ مالک ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابوعطا نے اپنے احباب سے اپنے سابق آقاؤں کے لالچ اور بدنیتی کا شکوہ کیا اوران کے مشورہ سے اپنے آقا سے معاوضۂ مکاتبت طے کر لیا جو چار ہزار درہم تھا۔ کوفہ کے اہل علم و ادب اور ابوعطا کے دوستوں نے امداد کا وعدہ کیا مگر ابوعطا کو یہ بات پسند نہ آئی اور اس نے اپنے زمانے میں کوفہ کے ایک مشہور صاحب جود وسخا حُر بن عبداللہ القرشی کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا اور اس کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس قصیدے میں ابوعطا بڑے اخلاص اور صاف گوئی سے کام لیتا ہے اور حُر کو مخاطب ہو کر کہتا ہے:

اتیتُک لامن قربۃ ھی بیننا ولانعمۃ قدمتھا استثیتھا

میں تیرے پاس کسی سابقہ قرابت اور نعمت کی بنیاد پر فریادی بن کر نہیں آیا کہ اس کے معاوضے میں کچھ طلب کروں بلکہ بغیر کسی سابقہ قرابت کے تجھ سے امید ہے۔

چنانچہ حُر نے اس کی منہ مانگی رقم ادا کر دی اور یوں ابوعطا اپنے ایک قصیدے کے بدلے آزاد ہو گیا۔

ابوعطا آزاد تو ہو گیا مگر اسے اپنے آقا کی بدنیتی اور عیاری سے سخت صدمہ ہوا اور اس سے انتقام لینے کی ٹھان لی اور ایک قصیدہ ہجو یہ لکھ کر اس کی کمینگی کو "غیر فانی" بنا دیا۔

ابوعطا کی ایک مشکل

ابوعطا نے عربی زبان اور ادب پر خوب عبور حاصل کر لیا تھا اور عربوں کی تاریخ سے بھی اچھی خاصی واقفیت حاصل کر لی تھی مگر اس کے باوجود بھی وہ ایک مصیبت سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکا اور وہ ہے اس کی زبان کی لکنت۔ وہ ج کو ز اور ش کو س پڑھتا تھا، اور عربی حروف مثلاً ح، ع، ق اور ط کو اپنے صحیح مخارج سے ادا کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ اس کا یہ نقص دوست احباب کے دلچسپ مذاق کا سامان پیدا کرتا تھا لیکن ابوعطا کی غیرت وحمیت اور غیظ و غضب سے سب خائف رہتے تھے۔

محمد النوفلی کا قول ہے کہ ایک مرتبہ ابوعطا نے سلیمان بن مجالد کی شان میں قصیدہ لکھا اور اپنے غلام عطا سے کہا کہ امیر کو پڑھ کر سناؤ۔ غلام نے ایک شعر میں ایک نحوی غلطی کی جس سے شعر کا مطلب خبط ہو گیا، ابوعطا غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور اس سے کہا کہ تیرا ناس ہو تو نے میرے شعر کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیہ بگاڑ دیا ہے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ میں نے امیر کی مدہ (مدح) کے بجائے ہزو (ہجو) کہی ہے (مامدھتہ إنما ھزوتہ = مامدحتہ انما ھجوتہ) اور جوش میں آ کر شعر کو خود دُھرایا اور اب ایک نحوی غلطی کی بجائے غلط تلفظ اور لحن کا ایک طوفان امڈ آیا اور سب کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑ رہے تھے مگر کسی کو کھل کر ہنسنے کی جرأت نہ ہوئی۔

یحییٰ بن زیاد الحارثی اور حماد الراویہ عربی ادب کے بہت بڑے علما اور شعر کے ممتاز راویوں میں سے تھے۔ ان دونوں کی مُعلی بن ھبیرہ سے بڑی چشمک اور نوک جھونک کا سلسلہ رہتا تھا۔ مُعلی بن ھبیرہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی کہ کسی ہجو گو شاعر کو حماد کے پیچھے لگا دیا جائے اور وہ ہجو گوئی سے اسے ذلیل اور رسوا کرے۔ ایک دن یہ تینوں یحییٰ ابن زیاد کے گھر پر جمع تھے مُعلی کو ایک شرارت سوجھی اور حماد سے کہا: لطف کی بات تو تب ہے کہ ابوعطاء السندھی کی لکنت کا تماشہ دکھاؤ اور اس کی زبان سے کسی طرح یہ الفاظ کہلواؤ: زج (نیزے کی انی) جرادہ (مکڑی) اور بنو شیطان۔ حماد نے کہا: اگر میں نے کہلوا دیا تو کیا دو گے؟ معلی نے کہا: میں اپنی خچر مع لگام اور زین تمھاری نذر کروں گا۔ چنانچہ باقاعدہ عہد و پیمان تحریر کیا گیا اور جب بات پکی ہو چکی تو ابوعطا کو بلا بھیجا گیا۔ ابوعطا نے آتے ہی اپنی لکنت کا مظاہرہ شروع کر دیا اور ان تینوں کو دیکھ کر بولا: مرھبا مرھبا ھیاکم اللہ (مرحبا مرحبا حیاکم اللہ)۔ ابوعطا کو شام کا کھانا پیش کیا گیا تو بولا: لاھاجة لی (لاحاجة لی: مجھے اس کی حاجت نہیں) ہاں البتہ نبیذ پلا سکو تو مضائقہ نہیں۔ ابوعطا نے جو نبیذ چڑھانا شروع کی تو پیتا ہی چلا گیا حتیٰ کہ آنکھیں سرخ ہو گئیں، جسم ڈھیلا پڑ گیا اور اس پر ایک عجیب وجد و سرور کی کیفیت طاری ہو گئی۔

حماد الراویہ نے اس کیف و مستی کے عالم کو غنیمت جانتے ہوئے ابوعطا سے کہا: یار ابوعطا ہمیں ایک شخص نے عجیب و غریب مشکل میں ڈال دیا ہے، اور ایک معما کی شکل میں ہمیں چند شعر لکھ بھیجے ہیں اور ان کا جواب طلب کیا ہے مگر میں تو باوجود کوشش کے ان کے جواب سے قاصر رہا ہوں اگر تم میری مدد کر سکو تو شکر گزار رہوں گا۔ ابوعطا فوراً بول اٹھا: لاؤ تو دیکھتا ہوں کون سے اسرار و رموز ان میں بند ہیں۔ حماد نے یہ شعر پڑھا:

فما اسم حدیدة فی رأس رمح دوین الكعب لیست بالسنان؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ: اس لوہے کا کیا نام ہے جو نیزے کے سرے پر ہوتا ہے اور اس پر سنان کا اطلاق بھی نہیں ہوتا

ابوعطا نے فی البدیہہ جواب دیا:

هو الزز الذی إن بات ضیفا — لصدرك لم تزل لك عولتان

ترجمہ: وہ زُز (زج نیزے کی انی) ہے کہ اگر نیزے سینے میں گھس جائے تو چلانا رہ جائے۔

حماد نے کہا: خدا تمھارا بھلا کرے تمھارا مطلب ہے زج اچھا تو بتاؤ:

فما صفراء تدعی ام عوف — كأن رجیلتیها منجلان

ترجمہ: وہ پیلے رنگ کی مخلوق جسے ام عوف بھی کہا جاتا ہے اور اس کی ٹانگیں درانتی کی مانند ہوتی ہیں کیا چیز ہے؟

ابوعطا نے جواب دیا:

أُردت زرادة وأُزنه زنا — بأنك ما أردت سوی لسانی

ترجمہ: تمھارا مطلب جرادہ (ٹکڑی) سے ہے اور میرا خیال ہے تم میری لسانی لکنت کا تماشہ دیکھنا چاہتے تھے۔

حماد نے جواب دیا: ابوعطا خدا تمھارا بھلا کرے تم کہنا چاہتے تھے:

جرادة واظن ظنا (زرادة وازنه زنا) بس اب صرف اتنا بتا دو کہ:

أتعرف مسجداً لبنی تمیم — فویق المیل دون بنی تمیم

ترجمہ: کیا تمھیں بنی تمیم کی کسی ایسی مسجد کا علم ہے جو مقام میل سے اوپر اور دیار بنی تمیم سے ادھر واقع ہے؟

ابوعطا نے کہا:

بنو سیطان دون بنی ابان — كقرب ابیك من عبد المدان

ترجمہ: اس مسجد کو بنو سیطان (بنو شیطان) کہتے ہیں اور وہ دیار بنی ابان کے اتنی ہی قریب ہے جتنا تمھارا باپ بنی عبد المدان کے قریب تھا۔

حماد کا بیان ہے کہ یہ شعر پڑھتے ہی ابوعطا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور میں ڈرنے لگا۔ میں نے کہا: ابوعطا میں تمھاری پناہ میں آتا ہوں لیکن یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اس فریب دہی کے بدلے میں مجھے جو کچھ ملا ہے اس میں سے آدھا تمھارا۔ ابوعطا یہ سن کر چونک پڑا اور کہا حماد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سچ سچ بتا دو یہ قصہ کیا ہے؟ میں نے تمام کہانی سنا دی اور ابوعطا بولا: میں نے تمھیں اپنی پناہ میں
لے لیا ہے، تم میری زبان سے محفوظ رہو گے اور یہ مال بھی تمھارا ہے جاؤ عیش کرو ..... مگر میں اس
کو اس کی شرارت کا خوب مزہ چکھاؤں گا اور ..... یوں معلی بن ھبیرہ حماد کو پھنسانے پھنساتے خود
ابوعطا کی ہجوگوئی کا نشانہ بن گیا۔

ابوعطا کی ہجوگوئی کا نشانہ بن گیا۔ ابوعطا کی لکنت اور لہجے کے نقائص کو ظاہر کرنے کے ساتھ
یہ واقعہ جہاں دلچسپ ہے وہاں ابوعطا کی لکنت اور لہجے کے نقائص کو ظاہر کرنے کے ساتھ
اس بات کی بھی غمازی کرتا ہے کہ ابوعطا کے معاصر اس کی لکنت سے کس طرح لطف اندوز ہونے کی
کوشش کرتے تھے اور یہ بھی کہ اسے دیار عرب کے جغرافیائی حالات اور عرب قبائل کے انساب سے
کتنی گہری واقفیت تھی۔

ابوعطا کا سیاسی مسلک

ابوعطا بنوامیہ کے شعرا اور ان کے اعوان و انصار اور والہانہ محبت کرنے والے مداحوں میں
سے تھا۔ اس نے گو بنوعباس کا زمانہ بھی پایا تھا مگر وہ ہمیشہ ان کا مخالف رہا۔ اس کی وجہ ایک تو غیور
جاٹ کا اخلاص اور محبت تھی جو اپنے دوستوں اور بہی خواہوں کو وقتی ضرورتوں کے پیش نظر دل سے نکال
کر دوسروں کو ان کی جگہ بمشکل ہی دے سکتے ہیں، اور دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کی سردمہری ہے
ابوعطا کی حب بنی امیہ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے ان جنگوں میں بھی بڑھ چڑھ
کر حصہ لیا جو بنوامیہ اور بنوعباس کے درمیان ہوتی رہیں اور انہی جنگوں میں ابن ھبیرہ کے ساتھ
اس کا غلام عطا بھی مارا گیا تھا اور ابوعطا خود شکست کھا کر بچ نکلا تھا۔

ان جنگوں کے دوران میں ایک بڑا دلچسپ واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل ابوالفرج نے کتاب
الاغانی میں پیش کی ہے۔ ابوعطا جب بنوعباس کی فوجوں کے خلاف لڑ رہا تھا تو اس کے ایک
ساتھی ابویزید المری کا گھوڑا مارا گیا اور ادھر عباسی فوجیں فتح کے نقارے بجانے والی تھیں اور
اموی فوج کے کسی سپاہی کے بچ نکلنے کی امید بہت کم نظر آتی تھی۔ ابویزید نے بڑی ہوشیاری سے
کام لیتے ہوئے ابوعطا سے کہا: لائیے اپنا گھوڑا مجھے دے دیجیے، میں اپنی اور آپ کی طرف سے
دشمن کا مقابلہ کروں گا۔ ابوعطا نے اس کی باتوں میں آ کر گھوڑا اس کے حوالے کر دیا۔ ابویزید گھوڑے
پر سوار ہوتے ہی اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑا ہوا۔ اب ابوعطا بے چارے کے پاس کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا؟ جوں توں کر کے جان تو بچالی مگر ابو یزید المری پر ہجو کے تیر و نشتر برسانے کی ٹھان لی اور دھوکہ باز فراری سپاہی اور اس کی قوم کے لیے ذلت و عار کا ابدی سامان پیدا کر دیا۔

معلوم ہوتا ہے ابو عطا نے نامساعد حالات سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ بنو عباس سے مالی فوائد حاصل کرنے کی کوشش بھی کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اور آخری دم تک اموی مسلک پر قائم رہا۔ اس نے عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کی مدح میں شعر کہے مگر ایک تو وہ بڑا کنجوس واقع ہوا تھا شاعروں سے پیچھا چھڑانے کے بہانے سوچتا رہتا تھا اور صرف خاص حالات میں عطیات دیتا تھا دوسرے اسے یہ بھی معلوم تھا کہ ابو عطا دل و جان سے بنو امیہ سے محبت کرتا ہے اس لیے اسے کچھ نہ دیا۔ ابو عطا نے ایک اور قصیدہ مدحیہ لکھا مگر منصور نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ جس شاعر نے دشمنِ خدا فاسق و فاجر نصر بن سیار کی مدح کی ہو اور مرثیہ لکھا ہو اسے میں کبھی منہ نہیں لگاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد ابو عطا عباسیوں سے قطعاً مایوس و نا امید ہو گیا اور ان کی ہجو میں کئی ایک قصیدے کہہ ڈالے۔ مثلاً وہ اسی سلسلے میں ایک موقع پر کہتا ہے:

فلیت جور بنی مروان عادَ لنا ولیت عدل بنی العباس فی النار

کاش بنو مروان کا ظلم و جور ہماری خاطر پھر لوٹ آتا اور بنو عباس کا انصاف جہنم میں چلا جاتا۔

ابو عطا اور ابو دلامہ

ابو دلامہ ابتدائی عباسی دور کا ایک مسخرہ اور ظریف شاعر تھا۔ عباسی خلفا اور ان کی بیگمات کے ساتھ اس کے لطائف عربی ادب کی کتابوں میں بڑی شہرت و اشاعت رکھتے ہیں اور بڑی دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔ اس ہزل گو شاعر کے ساتھ ابو عطا کے بھی اچھے تعلقات تھے اور دونوں ایک دوسرے سے مزاحیہ انداز میں چوٹیں بھی کرتے رہتے تھے۔ ابو دلامہ کی ایک خچر تھی جو بہت دبلی پتلی اور لاغر تھی۔ ابو عطا کو جو شرارت سوجھی تو اس خچر کے بارے میں ایک قصیدہ کہہ ڈالا جس میں ابو دلامہ پر خوب طنز کیا۔ وہ اس خچر کو یہ مشورہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر تو نے ابو دلامہ ایسے "مجسمہ سخاوت" پر بھروسہ کیا تو انشاء اللہ بھوک اور لاغری کی موت مرے گی۔ وہ کہتا ہے:

سلیه البیع واستعدی علیه فانك ان تباعی تسمنینا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ: ابو دلامہ سے کہہ کہ وہ تجھے فروخت کر دے اور اس پر نالش کر دے، کیونکہ فروخت ہو کر ہی تو موٹی تازی ہو سکے گی۔

ابوعطا کے ممدوحین

ابوعطا نے اموی دور کے کئی ایک سربرآوردہ اشخاص، اہل جود و سخا اور حکام کی مدح کی ہے۔ اس کے ان ممدوحین میں تین نام نمایاں اور ممتاز حیثیت کے مالک ہیں ان میں سے ایک تو سلیمان بن سلیم بن کیسان ہے جس سے وہ اپنی لکنت اور لسانی عیب کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے:

اعوزتني الرواة يا ابن سليم — وابى ان يقيم شعري لساني

ترجمہ: اے ابن سلیم مجھے شعر کے راویوں نے عاجز کر دیا ہے (میرے شعر کو روایت کرنے والے نہیں ملتے)، اور میری زبان تو شعر کو صحیح طور پر ادا کرنے سے انکاری ہے)

سلیمان ابوعطا کی اس مدح سے بہت متاثر ہوا اور اپنا ایک فصیح و بلیغ غلام بخش دیا۔ جس کا نام اس نے عطا رکھا اور اسے ابوعطا نے اپنا بیٹا بنا لیا۔ اسی کے نام سے اپنی کنیت اختیار کی اور وہ اس کے لیے اندھے کی لاٹھی ثابت ہوا۔ سفر و حضر میں اس کے ساتھ رہتا، جب کسی ممدوح کی شان میں قصیدہ کہتا تو عطا اسے پڑھ کر سناتا تھا۔

سلیمان کے علاوہ ابوعطا کے ممدوحین یزید بن عمر بن ھبیرہ اور نصر بن سیار خصوصی اہمیت رکھتے ہیں، جو بنوامیہ کے آخری دور کے ممتاز قائد اور حاکم تھے۔ ان دونوں سے ابوعطا کا تعلق بڑا گہرا اور پختہ تھا اور بعض اوقات تو بڑی قرابت اور بے تکلفی کا رنگ لیے ہوئے تھا۔

ابوالفرج اصفہانی کے بیان کے مطابق ابن ھبیرہ دریائے فرات کے کنارے ایک شہر تعمیر کرا رہا تھا اور ابوعطا بھی اس کے ساتھ تھا۔ خاندان ابن ھبیرہ جود و سخا میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ اس موقع پر ابن ھبیرہ نے ایک روز لوگوں کو اپنے عطیات سے خوب نوازا مگر ابوعطا کو ــــ غالباً دانستہ طور پر چھیڑنے کے لیے ــــ نظر انداز کر دیا۔ ابوعطا بھی بات کی تہہ تک پہنچ گیا اور ابن ھبیرہ کی شان میں ایک قصیدہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہا جس میں وہ کہتا ہے :

فیا عجبا للبحر بات بیسقی   جمیع الخلق لم یبلل لہاتی

ترجمہ : تعجب ہے کہ وہ سمندر جو سب مخلوق کو سیراب کرتا رہا میرے تالو کو بھی تر نہ کر سکا

اس پر ابن ھبیرہ نے کہا : ابو عطا تمھارا تالو کتنے میں تر ہوگا ؟ اس نے کہا : دس ہزار درہم میں۔ چنانچہ یزید نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ابو عطا کو دس ہزار درہم دے دو۔ عطیہ وصول کرنے کے بعد ابو عطا نے یزید کے بیٹے کی شان میں ایک قصیدہ کہا جس میں خاندان ابن ھبیرہ کی جود و سخا کی دل کھول کر مدح سرائی کی ہے وہ کہتا ہے :

اما ابوک فعین الجود نعرفہ   وانت اشبہ خلق اللہ بالجود

لولا یزید ولولا قبلہ عمر   القت الیک معد بالمقالید

ماینبت العود إلا فی ارومتہ   ولا یکون الجنی الا من العود

(۱) جہاں تک تیرے باپ (یزید بن عمر بن ھبیرہ) کا تعلق ہے تو وہ، تو تجھے معلوم ہے کہ سرچشمہ جود و سخا ہے۔

(۲) اگر یزید اور اس سے قبل عمر نہ ہوتے تو قبیلہ معد خزانہ جود و سخا کی چابیاں تجھے سونپ دیتا

(۳) شاخ صرف اپنے تنے میں ہی اگ سکتی ہے، اور پھل حاصل کرنا بھی صرف شاخ جود و سخا سے ہی ممکن ہے۔

بنو عباس نے جب بنو امیہ کا تختہ الٹ دیا تو ابو جعفر منصور نے یزید بن عمر بن ھبیرہ کو معاف کر دیا اور امان لکھ دی تھی مگر پھر پچھتایا اور دھوکے سے اسے قتل کرا دیا۔ ابو عطا کو اس کا سخت صدمہ ہوا اور اس نے ابن ھبیرہ کا مرثیہ کہا جو عربی شاعری کے بہترین مرثیوں میں شمار ہوتا ہے اور ابو تمام نے اسے اپنے انتخاب دیوان الحماسہ میں جگہ دی ہے جس میں وہ کہتا ہے :

الا إن عینا لم تجد یوم واسط   علیک بجاری دمعھا لجمود

ترجمہ : ہاں وہ آنکھ یقیناً بخیل و خسیس ہے جس نے واسط میں تیرے قتل پر آنسو نہ بہائے حالانکہ یہ آہ و بکا اور آنسو بہانے کا موقع تھا۔

نصر بن سیار خراسان کا اموی گورنر تھا۔ خراسان میں قیس و یمن کی باہمی چپقلش اور عباسی تحریک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ضمن میں اس کا نام اکثر آتا ہے۔ ابوعطا نے نصر بن سیار کی مدح بھی کہی اور اس کی وفات پر اس کا مرثیہ بھی لکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابوجعفر منصور ابوعطا سے ہمیشہ اعراض کرتا اور اس سے شدید عناد رکھتا تھا، اور مدح سرائی کے باوجود ابوعطا کو اس کے دربار سے رسوا ہو کر نکلنا پڑا تھا۔

نصر بن سیار نے ایک دفعہ ابوعطا کو ایک خوبصورت لونڈی تحفہ کے طور پر دی۔ دوسرے روز صبح کو نصر نے ابوعطا سے قصۂ شب کی روئداد کے بارے میں دریافت کیا تو وہ کہنے لگا: آج کی رات تو نیند نہ جانے کہاں بھاگ گئی تھی، میں نے اس سلسلے میں ایک شعر بھی کہا ہے ذرا ملاحظہ فرمائیے:

ان النکاح وان ھربت لصالح　　خلف لعینك من لذیذ المرقد

ترجمہ: لذت نکاح خواہ کچھ بھی ہو، خواب شیریں کا نعم البدل ہے جو تمہاری آنکھوں کو خب بیداری کی شکل میں نصیب ہوتا ہے۔

سیرت و اخلاق

ابوعطا کی سیرت کی تشکیل میں دو عناصر کارفرما تھے۔ ایک طرف تو وہ نسلی اعتبار سے سندھ کے کسی جنگجو خاندان —— اغلباً جاٹ قوم —— سے تھا اس لیے اس کی شخصیت میں اکھڑپن، تیزی، غصہ اور رعب داب تھا اور دوسری طرف عربی و اسلامی ثقافت نے اس کی تربیت کی تھی۔ چنانچہ اس ثقافتی تربیت کے اثرات اس پر نمایاں تھے۔ وہ بڑا خوددار، زودفہم، زیرک، وفاشعار، بہادر اور غیور انسان تھا۔ اس کی غیرت و حمیت پر روشنی ڈالنے کے لیے ذیل کا واقعہ کافی ہوگا۔ ایک دفعہ اس کے ہاں ایک مہمان آیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد جب مشروبات کا دور چلا تو مہمان نے ابوعطا کی لونڈی کو بری اور حریصانہ نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر ابوعطا کی رگ غیرت و حمیت پھڑک اٹھی اور مہمان سے مخاطب ہوا:

کل ھنیئاً وما شربت مریئاً　　ثم قم صاغراً وانت ذمیم

لا احب الندیم یومض بالطر　　ف اذا ما خلا لعرس الندیم

(۱) میرے ہاں کا یہ کھانا پینا تمہارے لیے خوشگوار ہو۔ لیکن اس کے بعد ذلیل اور رسوا ہو کر یہاں سے دفع ہو جاؤ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) میں ایسے ہم صحبت وہم نشین کو کبھی پسند نہیں کر سکتا جسے موقع ملے تو میری عزت پر بری دھول جمانے نظر ڈالنے لگے۔

وفات

ابو الفرج اصفہانی کے بیان کے مطابق ابو عطا نے عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کے آخری زمانے میں وفات پائی منصور کی وفات ۶ ذی الحجہ ۱۵۸ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے ابو عطا کا زمانۂ وفات دوسری صدی ہجری کے نصف ثانی کا عشرِ اول ثابت ہوتا ہے۔

شاعری

ابو عطا اپنے زمانے کے چوٹی کے شعرا میں سے تھا۔ ابو الفرج اصفہانی اور ابن قتیبہ ایسے عظیم نقاد اور اہل فن نے اس کے شاعرانہ جوہر کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ابو الفرج کہتا ہے: "وکان مع ذالک من احسن الناس بدیھة وأشدھم عارضة۔" کہ ابو عطا اپنی عجمیت اور لکنت کے باوجود بہترین بدیہہ گو شاعروں اور مقابلہ و معارضہ میں سخت ترین لوگوں میں سے تھا۔ ابن قتیبہ کے قول کے مطابق وہ عجمی ہو کر بھی بہترین شعر کہتا تھا (وکان جید الشعر وکانت فیہ عجمة)

ابو عطا نے اپنے دور میں مروجہ اصناف سخن میں تقریباً ہر صنف کے شعر کہے بلکہ اس کی شاعری دوسروں کی نسبت متنوع موضوعات پر مشتمل نظر آتی ہے۔ مدح و ہجا، غزل و تشبیب اور شجاعت و حماست کے عام موضوعات کے علاوہ اس نے مختلف مواقع اور مناسبات پر جو فی البدیہہ شعر کہے وہ ایک الگ موضوع کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مدح و ہجو اور دیگر اصناف کے نمونے گذشتہ سطور میں ضمنی طور پر مذکور ہو چکے ہیں لیکن اس کی غزل گوئی اور عشقیہ شاعری جس کے نمونے بہت ہی کم نظر آتے ہیں، کا اندازہ ان دو شعروں سے لگایا جا سکتا ہے جن میں وہ میدان جنگ میں موت کے منڈلاتے ہوئے سایوں میں اپنی محبوبہ کی یاد اور اس کی جادو بھری محبت کا تذکرہ کرتا ہے جہاں بڑے بڑے بہادر اپنی جان کے سوا سب خام خیالیاں بھول جاتے ہیں۔ بہادر عاشق کے یہ شعر ابو تمام کو اس قدر پسند آئے کہ اس نے انھیں باب النسیب (عشقیہ اشعار) کے بجائے باب الحماسة (بہادری سے لبریز اشعار) میں درج کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذکرتک والخطی یخطر بیننا — وقد نھلت منا المثقفۃ السمر

فواللہ ما ادری وانی لصادق — اداءٌ عرانی من حبابک ام سحر

(۱) تو (اے محبوبہ) مجھے اس وقت یاد آئی جب خطّی نیزے ہمارے سامنے لہرا رہے تھے اور سیدھے اور گندمی رنگ والے نیزے ہمارے خون سے سیراب ہو چکے تھے۔

(۲) بخدا مجھے کچھ معلوم نہیں البتہ بات بالکل سچ کہتا ہوں کہ مجھے یا تو تیری محبت کی بیماری نے آگھیرا ہے اور یا پھر مجھ پر جادو چھا گیا ہے۔

ابو عطا کی بدیہہ گوئی اور ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کا تقاضا ہے کہ اس کے اشعار کی تعداد کافی زیادہ ہو گی مگر افسوس کہ اس کا دیوان آج دنیا میں محفوظ نہیں۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کا یہ بڑا کارنامہ ہے کہ انھوں نے ابو عطا کے ان تمام اشعار کو حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق دیوان کی شکل میں مرتب کر دیا ہے جو تاریخ اور ادب کی کتابوں میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ کسی زمانے میں ڈاکٹر صاحب کی یہ کوشش رسالہ اسلامک کلچر حیدر آباد دکن میں ایک مقالے کی شکل میں شائع ہوئی تھی اور پھر پاکستان میں اسے مستقل کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ استاذ گرامی پروفیسر عبدالعزیز میمن صاحب نے دیوان کا مقدمہ فصیح و بلیغ عربی میں لکھا ہے جو بڑا مفید اور معلومات افزا ہے۔

حیاتِ محمدؐ

از محمد حسین ہیکل — مترجم: ابو یحییٰ امام خاں

یہ کتاب مصر کے نامور ادیب اور محقق محمد حسین ہیکل کی مشہور و معروف تصنیف کا ترجمہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات نہایت مؤثر اور دل نشین انداز میں لکھے گئے ہیں اور حضورؐ کی حیاتِ طیبہ کے ان پہلوؤں کو خصوصیت سے اجاگر کیا گیا ہے جن کا تعلق زندگی کے بنیادی حقائق اور اس دور کے اہم مسائل سے ہے۔ قیمت ۲۲٫۵۰ روپے

ملنے کا پتہ: سیکرٹری ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

© rasailojaraid.com